عابد حسین قریشی کا تعلق سیالکوٹ کے تاریخی قصبہ چٹی شیخاں سے ہے۔ انہوں نے سول جج سے لیکر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے عہدہ تک پنجاب کے مختلف اضلاع میں 37 سال سے زائد عرصہ تک فرائض ادا کیے۔ وہ لاہور کے سیشن جج کے طور پر ریٹائر ہوئے ۔ انہوں نے اپنی زندگی اور جوڈیشل سروس کی یادوں پر مبنی ایک خوبصورت کتاب "عدل بیتی" بھی لکھی ہے۔ آجکل وکالت کے ساتھ ساتھ چائنہ اردو کیلئے کالم نگاری بھی کر رہے ہیں۔

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

ضیاء الا مین اسلام آباد بیسڈ جرنلسٹ اور قومی خبر رساں ادارے، اے پی پی کی اردو سروس کے رپورٹر اور اکنامک ٹیم کا حصہ ہیں، اقتصادی ترقی ومنصو بہ بندی ڈویژن، پارلیمان ،سی پیک، انرجی اور متعلقہ امور کی کوریج کرتے ہیں ،ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان (APP) کے علاوہ 20 سالہ صحافتی کیرئیر کے دوران مختلف اخبارات اور پرائیویٹ میڈیا سے وابستہ رہے ہیں۔

zimmeapp@gmail.com,00923219047619

پر ان سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ضیاء الا مین اسلام آباد میں مقیم سینئیر صحافی ہیں۔اقتصادی ترقی ومنصو بہ بندی، پارلیمان اور سی پیک کے امور پر گرفت رکھتے ہیں۔

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

مجھ سے جو بھی ملتا ہے میں اسکو ہمیشہ کہتا ہوں کہ اپنا قیمتی وقت دینے کا شکریہ۔ اسکو میری عادت ہی سمجھ لیں، لیکن ایسا کہنا اخلاقی لحاظ سے بھی درست ہے۔ مگر ایک مدت کے بعد اب میں سمجھتا ہوں کہ قیمتی وقت کہنا غلط ہوگا کیونکہ آجکل تو انسانی جان بھی قیمتی نہیں ہے تو پھر وقت کیسے قیمتی ہوگیا۔ انسانی جان کو بے قدر کرنے میں سب سے بڑے کرداروں میں سے ایک کردار ہمارے نظام انصاف کابھی ہے۔

ہمارے عدالتی اداروں میں ویسے تو جسٹس منیر سے لیکر آج تک بے شمار متنازعہ فیصلے ہوتے آۓ ہیں لیکن پچھلے تقریباً ڈیڑھ سال میں بالکل ہی حیران کر دینے والے واقعات دیکھنے میں آۓ ہیں مثال کے طور پر رات کو اچانک 12 بجے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اپنی اپنی دکانیں کھول کر بیٹھ گۓ اور جرم ہونے کا انتظار کرتے رہے بحر حال اللہ جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے۔۔۔۔۔۔ اور جب جرم سرزد ہی نہیں ہوا تو خاموشی سے گھر چل دیئے۔ میں نے تو کیا آپ کے بزرگوں نے بھی کبھی زندگی میں ایسا نہیں دیکھا ہوگا کہ منصف جرم سر زد ہونے کے انتظار میں عدالت لگا کر بیٹھا ہو۔

اب کچھ ذکر عدالتی کارروائیوں کا کہ ایک ایسے ہسپتال میں جو کہ سب جیل قرار دی گئ ہو وہاں اعلیٰ عدلیہ کے جیف جسٹس بہ نفس نفیس چھاپہ ماریں اور وہاں سے شراب برآمد ہو پھر وہ شراب جب معائنہ کے لئے بھیجی جاۓ تو وہاں شہد بن جائے۔یہ بات سمجھ سے بالا تر ہے کہ یا تو ہمارے چیف جسٹس صاحب اتنے معصوم تھے کہ ان کو شراب اور شہد کی تمیز نہیں تھی یا پھر۔۔۔۔۔۔۔

ایک خاتون ہمارے ملک سے ڈھیروں ڈالر سے بھرے بیگ لے کر دبئی جاتے ہوۓ قانون کی گرفت میں آجاتی ہیں اور اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جس محب وطن افسر نے اس کو پکڑا ہوتا ہے وہ قتل ہو جاتا ہے اور جو خاتون منی لانڈرنگ میں ملوث تھیں وہ بری الزمہ ہو کر دبئی چلی جاتی ہے اور قانون انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

گینگ وار کا ایک سرغنہ گرفتار ہو جاتا ہے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے سامنے دوران تفتیش بے شمار وارداتوں کا اقرار بھی کرلیتا ہے اور تھوڑے دن بعد تمام کارروائی ڈبہ بند ہو جاتی ہے۔ایک ہسپتال کے مالک جو کہ اربوں روپے کی کرپشن کے مرتکب ہوۓ کافی عرصہ پابند سلاسل بھی رہے لیکن نتیجہ صفر۔

سانحہ آرمی پبلک اسکول میں سینکڑوں معصوم اور بے گناہ طالب علموں کو درندگی اور سفاکیت کا مظاہرہ کرتے ہوۓ بے دردی سے گولیوں سے بھون دیا گیا اور متاثرہ بچوں کے والدین کے احتجاج پر مجرم کو پکڑا بھی گیا جس نے وقوعہ کی ذمّہ داری بھی قبول کی وہ پلاسٹک کی بنی جیل توڑ کر بھاگ بھی جاتا ہے اس دلیری پر محافظوں کو جتنی داد دی جاۓ کم ہے۔سانحہ ماڈل ٹاؤن بے گناہ خواتین اور مردوں کو ان کے بچوں کے سامنے اشرافیہ کی خوشنودی کے لئے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا وہ معاملہ بھی ڈبہ بند۔منی لانڈرنگ میں ملوث برادران جس کے تمام تر ثبوت بھی موجود ہیں۔ اس دھندے مین نہ صرف برادران بلکہ ان کی اولادیں بھی ملوث ہیں ان کو تمام معاملات سے بری الزمہ قرار دے کر ملک کے اعلیٰ منصب پر بٹھا دیا جاتا ہے ۔

ظلم کی کئ داستانیں اس معاشرے کا حصہ ہیں جیسے کہ کراچی میں ایک ماں کےاکلوتے جوان بیٹے کو قتل کردیا گیا اور اس متاثرہ ماں نے یہ کہہ کر درخواست واپس لے لی کہ میری جوان بیٹیاں ہیں میں ان سے نہیں لڑ سکتی۔ شاہ رخ جتوئی ایک ڈی ایس پی کے بیٹے کو قتل کر دیتا ہے اور با عزت بری ہو جاتا ہے۔۔ کوئٹہ میں ایک ذمہ دار افسر شراب کے نشے میں دھت دوران ڈرائیونگ ایک پولیس اہلکار کو اپنی گاڑی تلے روند دیتا ہے اور با عزت بری ہونے کا شف حاصل کرلیتا ہے۔

ان تمام تر حالات اور ظلم سے لبریز واقعات کے بعد کیا آپ یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ طاقت کا سر چشمہ عوام ہیں۔ عوام تو بے چاری مظلوم ہے نہ اسکو آئی ایم ایف سے غرض نہ ڈالر سے نہ پیٹرول سے نہ ہی الیکشن سے نہ عدلیہ سے اور نہ ہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے، اسے تو صرف بچوں کے لئے ماں باپ کے لئے بہن بھائیوں کے لئے دو وقت کی روٹی، جسم چھپانے کو لباس چاہیۓ دیگر سہولیات عیاشی کے زمرے میں آجاتی ہیں جن پر صرف اشرافیہ کا حق ہے۔ اتنا کچھ ترق کرنے کے بعد اس غریب پسی ہوئی عوام کا ایک حق تو ہونا چاہیے کہ اسکی زندگی چاہے جیسی بھی ہے کی کوئی توقیر کی جائے تاکہ اسکو زندگی میں کچھ تو رمق نظر آئے، زندگی گزارنے کیلئے کچھ تو لالچ دیا جائے۔

\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_\_

پاکستان کے مسائل اور انکا آپریشن

اگر ہم غور سے مشاہدہ اور موازنہ کریں تو معلوم ہو گا کہ دنیا کے غریب سے غریب ملک کے حالات اتنے برے نہیں جتنے پاکستان میں ہیں۔ تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وجہ صرف ایک ہے کہ وہ اپنے وسائل اور اپنی قوت کو اپنے وطن کی ترقی کے لئے استعمال کرتے ہیں جبکہ ہمارے وطن میں ہر ادارہ ہر شخص تمام تر وسائل اور طاقت کو اپنے ذاتی مفاد کے لئے استعمال کرتا ہے۔ سب سے پہلے ایوان صدر کی بات کی جاۓ تو یہاں کی شاہانہ زندگی بغیر کسی فائدہ کے ماسواۓ اسکے کہ سال بھر میں چند مہمان آجاتے ہیں ملاقات کی غرض سے یا پھر یوم آزادی پر پرچم کشائی کی تقریب منعقد ہو جاتی ہے اور کروڑوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اس کے اخراجات کو محدود بھی کیا جا سکتا ہے۔ صرف ایک عہدے کو نوازنے کے لئے اتنا بڑا ایوان صدر بنا دیا گیا۔ ملازمین کو ایک فوج ظفر موج ہے جو وسائل کو ٹڈی دل کی طرح کھائے جا رہی ہے۔ دوسرے نمبر پر آپکا وزیر اعظم ہاؤس ہے وہ بھی اس ہی طرز پر چل رہا ہے ایک غریب ملک اتنے فضول اخراجات برداشت کرنے کا متحمل نہیں ہوسکتا اور اس پر طرہ امتیاز یہ کہ وزیر اعظم کے اگر پانچ گھر ہوں تو سب کو ہی وزیر اعظم ہاؤس کا درجہ دے دیا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ ان سب کی تزین آرائش سے لے کر تمام اخراجات سرکاری خزانے سے ہوں گے۔ شریف فیملی کے وزیراعظم ایسا کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔باوجود اسکے کہ اربوں روپے کی دولت رکھتے ہیں مگر اپنی ذات پر خرچ سرکاری خزانے سے کرنا ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ عدلیہ کی بات کی جاۓ تو اسکو صرف غریبوں کے کیس سننے کی حد تک محدود کردیا جاۓ کیونکہ اشرافیہ سے متعلق ان میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ما تحت عدالتوں کا خاتمہ کردیا جاۓ کیونکہ آخری فیصلہ تو اعلیٰ عدالتوں نے ہی دینا ہوتا ہے۔ قانون ساز اسمبلیوں کی شاہ خرچیوں کا اندازہ صرف وہاں کے کیفے ٹیریا سے لگایا جا سکتا ہے جبکہ نوے فیصد قانون سازی وہ ہوتی ہے جس میں حکومتی جماعت کا فائدہ ہو اور پھر سہولیات دیکھیں تو اللہ کی پناہ۔ جو لوگ اپنی جیب سے بجلی گیس فون اور پیٹرول ڈیزل کے اخراجات اپنی جیب سے ادا کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان کو بطور وظیفہ دیا جاتا ہے۔ ملک کی سب سے بڑی سیاسی طاقت یعنی کہ اسٹیبلشمنٹ کو قومی اسمبلی میں کم از کم مخصوص نشستوں پر آنے کی اجازت دی جاۓ تاکہ چور دروازے سے مداخلت کو روکا جاسکے۔ اب تک تو طاقت کی بات ہو رہی تھی اب ایک نظر وسائل پر بھی بات ہو جاۓ ہم دوسرے ملکوں کی مثالیں دیتے ہیں کہ فلاں ملک کے پاس سونا بہت ہے، فلاں ملک کے پاس تیل بہت ہے، فلاں ملک کے پاس تانبہ بہت ہے تو عرض یہ ہے کہ ہمارا ملک بھی قدرتی ذخائر سے مالا مال ہے لیکن مافیا/اشرافیہ کی وجہ سے ہم اپنے ذخائر سے مستفید نہیں ہو پاتے اگر تمام تر ذخائر کو ملک کے مفاد میں استعمال کیا جاۓ تو ہم بھی ترقی کر سکتے ہیں۔ اگر صرف زمین کی بات کی جاۓ تو آپ دیکھیں گے کہ ہمارے آدھے وطن پر لینڈ مافیا کا قبضہ ہے، چینی کے بحران کو دیکھیں تو اشرافیہ کا قبضہ ہے، سیاحت کی بات کریں تو دہشت گردوں کا قبضہ ہے، تعمیرات کی بات کریں تو ہاتھی نما بلڈرز کا قبضہ ہے، صحت کی بات کی جاۓ تو پرائیوٹ سیکٹر میں چلنے والے بڑے بڑے ہسپتالوں کا قبضہ ہے، تعلیم کی بات کریں تو یہاں بھی وہ ہی صحت والے فارمولے پر کام ہو رہا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ ہمارے ملک میں ایسا کونسا شعبہ ہے جس کو ہم مثالی کہہ سکیں۔ ہر طرف ناسور پھیلا ہوا ہے اور ناسور کا حل صرف اور صرف آپریشن ہوتا ہے۔ مگر ایسا کرے گا کون کیونکہ ۔۔۔۔۔!